کے استعمال سے مفر نہیں۔ جن مفروضات پر اب تک فتاویٰ دیے جاتے رہے ہیں، ان میں بھی تبدیلی آچکی ہے۔ اب بنک میں چھوڑے ہوئے سود کا مصرف لازماً اسلام کے خلاف ہونا ضروری نہیں، اس لیے کہ یہ نظام خود مسلمان چلا رہے ہیں۔ اسلامک ڈویلپمنٹ بنک کے پاس سود کی بڑی رقم ہوتی ہے جو وہ اپنی دانست میں کارِ خیر میں خرچ کرنا چاہتا ہے۔ پھر کرنٹ اکاؤنٹ اور سیونگ اکاؤنٹ کی بحث بھی نظری رہ گئی ہے۔ جو پیسہ بنک کے پاس ہوتا ہے، کسی بھی اکاؤنٹ میں ہو، اس سے وہ "نفع" کماتا ہے۔ کرنٹ اکاؤنٹ کی صورت میں تعاون عَلَی الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَان زیادہ شدید ہوتا ہے--- خواہ رقم جمع کرانے والا قانوناً سود کے کاروبار سے بچ جائے۔ اس لیے کہ یہ "نفع" سب بنک کے پاس رہتا ہے۔ اور اب اکثر ممالک میں کرنٹ اکاؤنٹ پر بھی سود دیا جانے لگا ہے اس لیے کہ یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ صریح ناانصافی ہے کہ بنک کرنٹ اکاؤنٹ والے کا پیسہ استعمال کرے اور اسے کچھ نہ دے۔ سیونگ اکاؤنٹ کی صورت میں کم سے کم بینک کے ساتھ تعاون اور اس کی تقویت کچھ کم ہو جاتی ہے۔

بہرحال ہمارے پیش نظر ان مذاکرات کے ذریعے مسئلے کا حل پیش کرنا نہیں، اور ہو بھی نہیں سکتا۔ بعض قارئین کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ ان کے سامنے صرف ایک حل لایا جائے جس کو ترجمان یقینی اور قطعی صحیح حل کے طور پر پیش کرے۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اول تو اجتہادی مسائل میں اختلاف، بلکہ متضاد فتاویٰ سے کوئی مفر نہیں۔ یہ اختلاف، اجتہاد کا فطری تقاضا ہے۔ یہ عہد صحابہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ دوسرے، ترجمان کی حیثیت نہ مجتہد کی، نہ قاضی کی۔ یہی مسلک صاحب ترجمان رحمت اللہ علیہ کا تھا اور وہ اسی پر کاربند تھے۔ ہاں ان کا یہ مقام تھا کہ وہ اپنی رائے بھی ظاہر کر دیں۔ یہ ہمارا مقام نہیں۔ لیکن اپنی رائے کو ناطق رائے کا مقام دینے سے وہ بھی اجتناب کرتے تھے۔ تیسرے، یہ بھی ان کا مسلک ہے، اور ہم اس پر کاربند رہنا چاہتے ہیں، کہ اختلاف ہو تو ساری آرا کو بیان کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے تفہیم القرآن اور رسائل و مسائل کا پڑھ لینا کافی ہو گا۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ بحث و نظر کی راہ کھلے، یہ ادراک و شعور پیدا ہو کہ اختلاف ہوا کرتا ہے، شدید بھی ہوا کرتا ہے، متضاد آرا تک بھی مجتہدین پہنچ سکتے ہیں، سلف بھی پہنچے ہیں، اور خلف بھی۔ ہم چاہتے ہیں کہ قارئین یہ بھی دیکھیں اور سیکھیں کہ علما کس طرح اجتہاد و استدلال کرتے ہیں، کس طرح بحث مباحثہ کرتے ہیں، اس طریق میں کیا خوبیاں ہیں اور کیا خرابیاں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس طرح مسائل کا شعور و ادراک بڑھے، رواداری و تحمل پیدا ہو، وسعت ظرف میں اضافہ ہو، اختلاف کی بنیاد پر فوراً تجدد پسندی، مغرب زدگی، گمراہی اور کفر و فسق کے لیبل اور فتاویٰ چسپاں کرنے کی روش ختم ہو۔

امید ہے قارئین اس مذاکرہ کو اسی حیثیت سے پڑھیں گے اور دلچسپ و مفید پائیں گے۔ (مدیر)

## ۱۔ مفتی نظام الدین، دیوبند

جو بینک غیر سرکاری ہوں، اس میں جمع کردہ روپے پر جو رقم سود کے نام سے ملے اس کو وہاں سے نکال کر، اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے، مسلم غربا و مساکین کو جو مستحق زکوٰۃ ہوں، بطور صدقہ

دے دے ' خود اپنے کسی کام میں نہ لائے ' اور اس کو دینے میں ثواب کی نیت نہ کرے۔

اور جو بنک سرکاری ہوں ' ان بنکوں سے جمع شدہ رقم پر جو پیسہ سود کے نام سے ملے اس کو بھی بنک میں نہ چھوڑے ' بلکہ وہاں سے نکال کر دیکھے: اگر اپنے اوپر گورنمنٹ کا کوئی غیر شرعی ٹیکس لاگو ہو رہا ہو تو وہ رقم پہلے اس میں دے تاکہ مال اپنے مالک کے پاس لوٹ جائے۔ پھر جو رقم بچے اس کو اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے مسلم غربا و مساکین کو جو مستحق زکوۃ ہوں ' بطور صدقہ دے کر اپنی ملکیت سے نکال دے ' اور اس کو دینے میں ثواب کی نیت نہ کرے ' کیونکہ ایسے مال کے صدقہ کرنے میں ثواب کی نیت کرنے کو محققین فقہا کفر تک فرماتے ہیں۔

اس حکم کے دلائل کے لیے ' حرام مال کے بارے میں جو احکام کتب فقہ میں اور بذل المجھود جلد ا ' ص ۷ ۳ میں مذکور ہیں ' وہ کافی ہیں اور مزید تحقیق و تفصیل مطلوب ہو تو اعلاء السنن جلد ۱۴ ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

## ۲۔ جناب شمس پیرزادہ ' بمبئی

بنکوں میں جمع شدہ رقوم پر جو سود ملتا ہے اس کا لینا جائز نہیں ہے کیونکہ سود ' سود ہے ' اور اس کا لینا خواہ وہ کسی غرض سے ہو ' جائز نہیں۔ بنک میں رقوم جمع کرنے کے لیے دو قسم کے کھاتے کھولے جاتے ہیں ' ایک کرنٹ اکاؤنٹ ' دوسرا سیونگ اکاؤنٹ۔ کرنٹ اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقوم پر بنک کوئی سود نہیں دیتا اس لیے اسی کو ترجیح دی جانی چاہیے۔ سیونگ اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقوم پر بنک سود دیتا ہے۔ یہ سود اگر بنک ہی کو چھوڑ دینا ممکن ہو تو یہی صورت اختیار کی جانی چاہیے ' کیونکہ سود کھاتے دار کی اپنی رقم نہیں ہے ' وہ صرف راس المال لینے کا حق دار ہے۔ لہٰذا اس بات کی کوئی ذمہ داری اس پر نہیں ہے کہ بنک اس سود کی رقم کو کس مصرف میں لاتا ہے لیکن اگر سود وصول کرنا ہی پڑا تو پھر اس کا مصرف وہی ہے جو صدقہ کا مصرف ہے ' یعنی فقرا کی اعانت۔

سرکاری بنکوں اور غیر سرکاری بنکوں سے سود لینے کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر سرکاری بنکوں کے سود کو جائز قرار دیا جائے تو سرکاری لاٹری کو بھی جائز قرار دینا پڑے گا۔ اس سلسلے میں یہ دلیل کوئی دلیل نہیں کہ حکومت عوام کی ہے اس لیے سرکاری بنک زر اصل پر جو کچھ زائد رقم دیں وہ سود نہیں ہے ' بلکہ ایک قسم کا عطیہ ہے۔ اسلام میں مال دینے کا طریقہ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر مال پاکیزہ طریقہ سے دیا جائے تو وہ جائز بھی ہے اور اس کے اخلاقی اثرات بھی اچھے ہوتے ہیں۔ اگر وہی مال ناپاک طریقہ سے دیا جائے تو ناجائز بھی ہوتا ہے اور اس کے اخلاقی اثرات بھی برے مرتب ہوتے ہیں۔ سود کے طور پر دی جانے والی رقم بہرحال جائز نہیں ہو سکتی ' خواہ باپ بیٹے کو دے ' شوہر بیوی کو دے یا حکومت اپنے شہریوں کو دے۔

۳۔ **مولانا خالد سیف اللہ رحمانی**' حیدر آباد

سود کا بنک میں چھوڑنا ایک سودی کاروبار میں مزید تعاون ہے۔ اور غالباً ایسی رقوم کا استعمال کبھی ایسی مدات میں ہوتا ہے جن کے ذریعہ کفر کو تقویت پہنچتی ہے ' اس لیے بطریق "استحسان" اس کا نکال لینا واجب ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری بنک دونوں کا حکم مساوی ہے۔ کیونکہ سود یا "افراد" سے وصول کیا جاتا ہے یا پوری قوم سے۔ گو وہ خود بھی قوم کا ایک فرد ہے' لیکن پوری قوم کے مقابلے میں اس کا "وجود" اتنی قلیل نسبت رکھتا ہے کہ یہ دوسروں ہی سے سود حاصل کرنے کے حکم میں ہے۔ اس سلسلہ میں حد سرقہ وغیرہ کے بعض احکام سے 'جن میں بیت المال کی چوری پر حد سرقہ کا نفاذ عمل میں نہیں آتا' غلط فہمی نہیں پیدا ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ "حدود" معمولی شبہات کی وجہ سے معاف کر دی جاتی ہیں' جب کہ ربا کا معمولی شبہ "دعو الربا و الريبة" کے تحت اس کو حرام کر دیتا ہے۔

بعض بزرگوں نے اس رقم کا مصرف فقرا و مساکین کو قرار دیا ہے۔ اس کی دلیل میں یہ بات کہی گئی ہے کہ مال حرام جسے اس کے مالک تک پہنچانا ممکن نہ ہو' فقہا نے اسے واجب التصدق قرار دیا ہے جیسا کہ عالمگیری اور شامی وغیرہ کی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ قتال اور جنگ کے علاوہ جو مال بیت المال کو حاصل ہو' وہ مسلمانوں کے مصالح عامہ پر خرچ کیا جائے گا' جیسے سرحدوں اور قلعوں کی تعمیر اور قاضی وغیرہ کی تنخواہ (ہدایہ ۲' ص ۶۰۰) صاحب در مختار نے بیت المال کی حاصل ہونے والی آمدنی اور اس کے مصارف کے سلسلہ میں محمد بن شحنہ کے چند اشعار نقل کیے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لقطہ وغیرہ کو تمام مصالح مسلمین میں خرچ کیا جا سکتا ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ یہی رائے امام فخر الاسلام بزدوی کی ہے کہ یہ آمدنی مساجد' سرحدات' مسافر خانے اور پلوں کی تعمیر میں بھی صرف کی جا سکتی ہے۔ (رد المختار ۲' ص ۵۸) صاحب درمختار کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ عالمگیری کی عبارت میں لقطہ کی آمدنی کو تکفین میت میں استعمال کی اجازت دی گئی ہے' اور اسے طحاوی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ لقطہ اور اس طرح کی دوسری آمدنی جس کا کوئی مالک موجود نہ ہو' ایسی مدات میں بھی خرچ کی جا سکتی ہے' جس میں تملیک نہ پائی جاتی ہو۔ شامی نے بزدوی کی اس رائے سے اختلاف کیا ہے' اور زیلعی اور صاحب ہدایہ کی نقل کو ترجیح دی ہے کہ یہ رقم فقرا پر خرچ کی جائے گی۔ لیکن زیلعی سے جو مصارف نقل کیے گئے ہیں' ان میں تکفین میت بھی ہے اور یہ بات محتاج تشریح نہیں کہ میت کی تجہیز و تکفین فقہا کے نزدیک تملیک کا حکم نہیں رکھتی۔ اسی طرح علامہ سرخسی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام لقطہ سے حاصل ہونے والی آمدنی کو مضاربت کے لیے